اسلام اور مغرب کے مابین تہذیبی تصادم کی حقیقت۔۔ مولانا مودودیؒ کے افکار کی روشنی میں۔۔ایک تحقیقی مطالعہ

MULANA MAUDUDI'S NARRATIVE OVER CROSS OF CIVILIZATION

آسیہ عمران

Abstract

The current era is highly known as the era of the encounter among leading civilization. A number of norm School of thought and theories are observed to have encounter with each other in many ways. This tussle creates disharmony and threat for upcoming future of humanity. Maulana Maududi has a prominent place in contemporary Islamic movements. The figures who are invading the revival movements of Muslims are making the figures of the Islamic world the center of discussion. They seem to be grateful to Maulana Maududi for his services other Maulana Maududi's views of the ''clash of civilization'' need to be examined.

موجودہ دور اور عالمی سطح پر تہذیبی تصادم کا دور ہے۔ مختلف نظاموں اصولوں اور نظریات اور ثقافتوں میں کئی انداز سے کشمکش نظر آتی ہے۔ یہ کشمکش میں انسانیت کے لئے لامتناہی خطرات پیدا کر رہی ہے۔ اس وقت عالمی سطح پر دیکھیں تو مختلف تہذیبیں نظر آتی ہیں مغرب جو اس وقت کی سپر پاور ہے۔ انسانی عقل و تجربہ کی بنیاد پر عالمی تہذیب کی تشکیل نو کرنا چاہتا ہے۔ مغرب کے نزدیک دنیا کی اصل حقیقت طاقت اور غلبہ حاصل کرنا ہے۔ اور اس کے حصول کی جدوجہد نیکی ہے چاہے وہ دنیائے انسانیت کے لیے تباہی کا باعث ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا دہشت گردی، استحصال، پروپیگنڈا، سازشیں ہر طرح کی بموں کا استعمال سب جائز ہی نہیں ضروری بھی ہیں۔ مغرب کے اس نظریے نے دنیا کو عملاً میدان جنگ بنا دیا ہے۔

قانون قدرت ہے کہ جب کوئی تہذیب انسانیت کے لیے باعث طمانیت نہ ہو وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی جگہ وہ تہذیب لیتی ہے۔ جو انسانیت کی فلاح کے کام کرتی ہو۔ اس وقت تہذیبی تصادم کی اصطلاح دنیا میں خاص طور پر مغرب میں معروف ہو رہی ہے وہ بھی خاص طور پر اسلام کے مقابلے میں دشمن جس امت کو بیمار اور بیکار سمجھ کر اسے دفنانے کے انتظامات کر رہا تھا۔ اب وہ عالمی خطرے کے طور پر جانی جا رہی ہے۔ اور وہ مغرب جو اپنے خوابوں کی بلندی کے سفر پر تھا۔ اسے تہذیبوں کے تصادم کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

ریسرچ اسکالر، کراچی یونیورسٹی

مولانا مودودیؒ کا معاصر اسلامی تحریک میں نمایاں مقام ہے احیائے اسلام کی تحریکوں پر یلغار کرنے والے حلقے عالم اسلام کی جن شخصیات کو بحث کا مرکز بنا رہے ہیں۔ ان میں مولانا مودودیؒ سر فہرست ہیں دوسری طرف اسلام کے بہی خواہ مولانا مودودیؒ کی خدمات پر ان کے ممنون دکھائی دیتے ہیں۔ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مولانا مودودیؒ کے تہذیبی تصادم کے بارے میں ان کے افکار کا جائزہ لیا جائے۔

تہذیبی تصادم کی حقیقت:

مغرب میں اس وقت تہذیبی تصادم کی اصطلاح جن معنوں میں استعمال کی جا رہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسلام ان کی بقا کے لیے خطرہ ہے جب کہ مولانا مودودیؒ کے نزدیک بنیادی نقطہ دونوں تہذیبوں کی اصل سے متعلق ہے۔ کہ دونوں تہذیبیں ہر لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

وہ اسلام اور مغرب کے فرق کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"اسلام اور مغربی تہذیب دو ایسی کشتیاں ہیں جو بالکل مخالف سمتوں میں سفر کر رہی ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک کشتی میں سوار ہوگا۔ اسے لامحالہ دوسری کشتی کو چھوڑنا پڑے گا اور جو بیک وقت دونوں کشتیوں پر سوار ہوگا اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے"۔(1)

مولانا مودودیؒ دونوں تہذیبوں کے نظریات کو ایک دوسرے کی ضد قرار دیتے ہیں کہ ان میں سے ایک روحانیت کا علم بردار ہے تو دوسرا خالص مادیت کا مغرب کا سابقہ دنیا میں جن اقوام کے ساتھ ہوا ان میں ایک تو وہ تھیں جن کے پاس مکمل ضابطہ حیات موجود نہ تھا۔ کوئی مضبوط تہذیب نہ تھی نتیجے میں وہ مغرب کے رنگ میں رنگتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ ان کے پاس کوئی بھی منفرد قدر باقی نہ رہی۔ یعنی مغرب کا ان سے ایسا تصادم نہیں ہوا کہ مغرب کو اپنی تہذیب کی بقا خطرے میں نظر آئی۔ باقی اقوام کے مقابلے میں اسلام کا معاملہ مختلف رہا۔ اسلام کی اپنی مضبوط تہذیب تھی مکمل ضابطہ حیات تھا، اقتدار تھیں، جو فکری و عملی لحاظ سے مستقل زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط تھیں لہٰذا مغرب کا سامنا جب اسلام سے ہوا تو اسے اپنی بقا کے خطرے کا سامنا کرنا پڑا س کے متعلق مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں۔

"مغربی تہذیب کی اساسی اصول کلیتاً اس تہذیب کے مخالف واقع ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ قدم قدم پر دونوں تہذیبیں آپس میں ٹکرا رہی ہیں اور ان کے تصادم سے مسلمانوں کی اقتصادی اور عملی زندگی کے ہر شعبے پر تباہ کن اثر پڑ رہا ہے"(2)

حق اور باطل میں فطری طور پر علیحدگی ہے۔ یا حق ہوگا یا باطل دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یعنی ان میں مفاہمت نہیں ہو سکتی نہ ہی ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ شیر و شکم ہو سکتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ الجہاد فی الاسلام میں فرماتے ہیں۔

"حق اور باطل کے درمیان پوری حد بندی کر دی گئی ہے۔ جو لوگ ظلم و سرکشی کی راہ سے جنگ کریں وہ شیطان کے دوست ہیں جو ظلم کو مٹانے کے لیے جنگ کریں۔ وہ حق پر ہیں حق یکتائی پسند ہے۔ وہ باطل کو اپنا شریک بنا کر کبھی ایسی تقسیم کر سکتا کہ آدھا تیرا اور آدھا میرا"(3)

اس وقت دنیائے اسلام میں بیداری کی جو لہر اٹھی ہے اسے تصور کرتے ہوئے مغربی اخبارات کی شہہ سرخیاں اور مضامین کچھ اس طرح کے ہیں "وہ اب بھی صلیبی جنگ لڑ رہے ہیں"۔ "نیا ہلال بحران میں"، "عالمی انتفاضہ"، "ابھرتا ہوا اسلام مغرب پر غلبہ پالے گا"، "مسلمانوں کے غم و غصہ کی جڑیں"، "حدیث کے خلاف اسلام کی جنگ"، اور "عظیم ترین بحران" (4) جان ایل ایسپوزیٹو کی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایسے مضامین عربوں اور اسلام کے بارے میں حیران کن حد تک لاعلمی میں مخالفت پر مبنی روایتی پروپیگنڈا اور ان کی بغاوت کے بارے میں خیالات کو دہرانے کے مترادف ہے۔ اس کے نزدیک یہ مبالغہ آمیز اصطلاحات اور جملے اسلام کی فطرت کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں اور یہ اس مذہب کی بوقلمونی کو نظر انداز کرنے کی کوشش ہے۔ (5) مولانا مودودیؒ اس صورتحال کو مختلف انداز سے دیکھتے ہیں۔ ترجمان القرآن کہ ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"اب اسلام اور مغربی تہذیب کا تصادم ایک دوسرے کی ڈھنگ پر ہو رہا ہے۔ یقینا مغربی تہذیب کسی حیثیت سے بھی اسلام کے مقابلے کی تہذیب نہیں اگر تصادم اسلام سے ہو تو دنیا کی کوئی قوت اس کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتی مگر اسلام سے کہاں؟ مسلمانوں میں نہ اسلامی سیرت ہے، نہ اسلامی اخلاق، نہ اسلامی اسکالر ہیں، نہ اسلامی جذبہ، عملی زندگی سے اسلام کا ربط باقی نہیں رہا۔۔۔۔ ایسی حالت میں دراصل مقابلہ اسلام اور مغربی تہذیب کا نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی افسردہ جامد اور پسماندہ تہذیب کا ایک ایسی تہذیب سے ہے۔ جس میں زندگی، حرکت، روشنی علم، گرمی عمل ہے"۔ (6) مجدد الف ثانی سے اب تک مولانا مودودیؒ اور محمد حسن عسکری تک ہمارے سامنے بڑے لوگ وہ ہیں۔ جنہوں نے اسلامی تہذیب کی انفرادیت اور دوسری تہذیبوں سے اس کی عدم مطابقت ثابت کی ہے۔ اور اس پر زور دیا ہے (7) اسلام اور مغربی تہذیب کے مقاصد اور تنظیم معاشرت کے اصولوں میں زمین و آسمان کا بعد ہے (8) اسلام اہل مغرب کے تصور کے مطابق محدود معنوں میں کوئی ذاتی معاملہ نہیں بلکہ ایک مکمل نظام حیات ہے (9)

مولانا مودودیؒ مغربی فلسفہ حیات کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"معلومات و حقائق کو جمع کر کے جو فلسفہ حیات اہل مغرب نے بنایا ہے۔ وہ قطعی باطل ہے۔ ان کو مرتب کر کے جو طرز فکر اور کائنات کے متعلق جو تصور اور انسان کے بارے میں جو خیال انہوں نے قائم کیا ہے اور جس کے اوپر پوری تہذیب کی عمارت انہوں نے اٹھائی ہے وہ ساری کی ساری از اول تا آخر باطل ہے جو معاشرتی علوم انہوں نے مرتب کئے ہیں اور جو معاشرتی فلسفہ انہوں نے گھڑا ہے وہ موجب فتنہ و فساد ہے۔ وہ انسان کی فلاح کے لئے نہیں بلکہ تباہی کے لئے ہے"۔ (10)

دوسری طرف اسلام کی رہنمائی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"حقیقت کی تلاش اور اس کی تڑپ انسان کی فطرت میں موجود ہے وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مگر تلاش حقیقت کے مختلف راستوں میں صحیح راستہ ہمارے نزدیک وہ ہے جو انبیاء کرام کا ہے۔ لہٰذا اس فلسفہ حیات پر نظام تعلیم کی تشکیل ضروری ہے جو سراسر کامیابی کا راستہ ہے"۔ (11)

تہذیبی تصادم کا پس منظر:

اسلام کے ساتھ مغرب کے تہذیبی تصادم کو دیکھنا ہو تو اس کا اولین پس منظر جاننا ہوگا۔ مغربی تہذیب نے مذہب اور عقل کے ٹکراؤ سے جنم لیا۔ دراصل جب مسلمانوں کے زیر اثر یورپ میں علمی تحریک اٹھی۔ تو وہاں کے عیسائی پادریوں نے اسکی مخالفت کی۔ اور اس کو روکنے کے لئے سزائیں دی گئیں۔ لیکن یہ تحریک بجائے دبنے کے اتنی بڑھی کہ اس نے کلیسائی اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ مولانا مودودیؒ اس ٹکراؤ کے اثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"ابتداء میں لڑائی حریت فکر کے علمبرداروں اور کلیسا کے درمیان تھی۔ مگر چونکہ کلیسا مذہب کے نام پر آزاد خیالوں سے جنگ کر رہا تھا۔ اس لئے بہت جلد اس لڑائی نے مسیحی مذہب اور آزاد خیالی کے درمیان جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ اس کے بعد نفس مذہب اس تحریک کا مدمقابل قرار دیا گیا۔۔۔۔ لہٰذا نئے دور کے اہل حکمت و فلسفہ میں روحانیت اور فوق الطبیعت کے خلاف ایک تعصب پیدا ہو گیا۔ جو عقل و استدلال کا نتیجہ نہ تھا بلکہ سراسر جذبات کی برانگیختگی کا نتیجہ تھا۔ وہ خدا سے اس لئے تبرّٰی نہ کرتے تھے کہ دلائل اور براہین سے اس کا عدم وجود اور عدم وجوب ثابت ہو گیا تھا۔ بلکہ اس لئے بیزار تھے کہ وہ ان کے اور انکی آزاد خیالی کے دشمنوں کا معبود تھا"۔(12)

یہی وجہ کہ اسلام کے تصورات مغربی تعصب کے پردے میں چھپ گئے۔ مولانا مودودیؒ نے اسلام اور مغرب کے تصورات کے فرق کو کھول کر بیان کیا ہے۔

اسلام میں مذہب زندگی کا قانون ہے۔ مغرب میں مذہب ایک شخصی اعتقاد ہے۔ جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں اسلام میں پہلی چیز ایمان باللہ جبکہ وہاں سرے سے اللہ کا وجود ہی مسلم نہیں اسلام کا پورا نظام وحی ورسالت کے اعتقاد پر قائم ہے۔ وہاں وحی کی حقیقت میں شک ہے۔ وہاں وحی کی حقیقت اور رسالت من جانب اللہ ہونے میں شک ہے، اسلام میں آخرت کا اعتقاد پورے نظام اخلاق کا سنگ بنیاد ہے۔ اور وہاں یہ بنیاد خود بے بنیاد نظر آتی ہے۔ اسلام میں جو عبادات اور اعمال فرض ہیں وہاں وہ محض عہد جاہلیت کے رسوم ہیں۔ جن کا اب کوئی فائدہ نہیں۔(13) مولانا مودودیؒ جدید مغربی تہذیب کو جاہلیت خالصہ، باطل، تخم خبیث اور شجر خبیث کہتے ہیں۔(14) جس طرح مولانا مودودیؒ نے اسلام اور مغرب کے تصورات کے اختلاف کو واضح کیا ہے وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ اسلام کے اصول تمدن و تہذیب بھی مغربی تہذیب و تمدن کے اصول سے یکسر مختلف ہیں۔ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

قانون میں اسلام کا اصل الاصول یہ ہے کہ خود خدا واضع قانون ہے، رسول شارح قانون اور انسان صرف متبع قانون۔ مگر وہاں خدا کو وضع قانون کا سرے سے کوئی حق ہی نہیں۔ لیجسلیچر واضع قانون ہے اور قوم لیجسلیچر کو منتخب کرنے والی ہے"۔(15)

تہذیبی تصادم کی نوعیت:

مفکرین اسلام نے اسلام اور مغربی تہذیب کی کلی عدم مطابقت ثابت کی ہے۔ کہ اسلام مکمل طور پر مغربی تہذیب سے الگ ہے۔اس کا بیج، اس کی جڑیں، تنااور شاخیں سب سے الگ ہیں۔ لہٰذا ان کا ملاپ دریا کے دو کناروں کی طرح ممکن نہیں۔ مولانا مودودیؒ بھی دونوں تہذیبوں میں کلی تصادم کے قائل ہیں۔

"مغربی تہذیب کے اساسی اصول کلیتہ اس تہذیب کے مخالف واقع ہوئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ قدم قدم پر دونوں تہذیبیں آپس میں ٹکرارہی ہیں۔اور ان کے تصادم سے مسلمانوں کی اعتقادی اور عملی زندگی کے ہر شعبے پر تباہ کن اثر پڑرہاہے"۔(16)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:-

"اس کا نظریہ اسلام کے نظریے کی بالکل ضد ہے۔اس کا راستہ اس راستے کے عین مخالف سمت میں ہے۔ جو اسلام نے اختیار کیا ہے۔اسلام جن چیزوں پر انسانی اخلاق اور تمدن کی بنا رکھتا ہے ان کو یہ تہذیب بیخ و بن سے اکھاڑ دینا چاہتی ہے۔اور یہ تہذیب جن بنیادوں پر انفرادی سیرت اور اجتماعی نظام کی عمارت قائم کرتی ہے۔ان پر اسلام کی عمارت ایک لمحہ کے لئے نہیں ٹھہر سکتی"۔(17)

اسلام کے ساتھ مغربی تہذیب کا تصادم جن حالات میں پیش آیا ہے۔ وہ ان حالات سے بالکل مختلف ہیں جن میں اس سے پہلے اسلام اور دوسری تہذیبوں کے درمیان تصادم ہوئے ہیں۔رومی فارسی، ہندی اور چینی تہذیبیں اس وقت اسلام سے ٹکرائیں جب اسلام نے اپنے متبعین کی فکری و عملی قوتوں پر پورے زور کے ساتھ حکمران تھا۔ جہاد اور اجتہاد کی زبردست روح ان کے اندر کار فرما تھی۔روحانی اور مادی دونوں حیثیتوں سے وہ دنیا میں ایک غالب قوم تھے۔اور تمام اقوام عالم کی پیشوائی کا منصب ان کو حاصل تھا۔اس وقت کوئی تہذیب ان کی تہذیب کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکی۔انہوں نے جس طرف رخ کیا۔ قوموں کے حالات، نظریات، علوم، اخلاق وعادات اور طرز تمدن کا مزاج اتنا طاقتور اور مضبوط تھا کہ باہر سے جو چیز بھی اس میں آئی وہ اس طبعیت کے مطابق ڈھل گئی۔اور کسی بیرونی اثر سے سوئے مزاج مختلف پیدا نہ ہو سکا۔ بخلاف اس کے اس نے جو اثرات دوسروں پر ڈالے وہ انقلاب انگیز ثابت ہوئے۔ بعض غیر مسلم تہذیبیں تو اسلام میں جذب ہو کر اپنی انفرادیت ہی کھو بیٹھیں۔اور بعض جن میں طاقت تھی وہ اسلام سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ ان کے اصولوں میں بہت کچھ متغیر ہو گیا۔(18)

اسلام اور مغرب بنیادی امتیازات:

دنیا کی کوئی بھی تہذیب ہو چار تصورات ایسے ہیں جنہیں وہ نظر انداز نہیں کر سکتی۔ان چاروں میں اسلام اور مغرب تہذیبوں میں کیا فرق ہے ۔مولانا مودودیؒ کے افکار کی روشنی میں دیکھتے ہیں:

1-الٰہیات:

دنیا کی کوئی بھی تہذیب اللہ کے تصور سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک کہ وہ تہذیب جو خدا کو نہ ماننے کا دعویٰ کرتی ہے ان کا نہ ماننا بھی ایک عقیدہ ایک الٰہیات ہے۔ مولانا مودودیؒ اسلام اور مغرب کے الٰہیات میں فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اسلام میں پہلی چیز ایمان باللہ ہے۔ مغرب میں اللہ کا وجود ہی مسلم نہیں۔۔۔۔۔۔ اسلام کا رخ بین الاقوامیت کی طرف ہے اور مغرب کا کعبہ مقصود قومیت ہے"۔(19)

مولانا صاحب مغربی تہذیب کے درست تصور الٰہ کے ہٹنے سے جس گمراہی کا شکار ہوئے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ان کی تہذیب اور ان کے تمدن کی اثاثے غلط ہو گئی وہ خدا کو چھوڑ کر خودی کی پرستار بن گئے۔
اور خودی نے خدا بن کر ان کو فتنے میں ڈال دیا۔ اب یہ اسی جھوٹے خدا کی بندگی ہے۔ جو فکر و عمل کے ہر
میدان میں ان کو ہر فریب ہلاکت کی طرف لے جا رہی ہے۔(20)

اسلام کا پورا نظام تہذیب وحی و رسالت کے اعتقاد پر قائم ہے جبکہ مغرب میں مشاہدے، تجربے، قیاس واستقراء کے سوا کوئی چیز رہنما نہیں۔(21)

ڈارون کے نظریہ ارتقاء نے مادیت کا استحکام بخشنے اور ایک مدلل اور منظم عملی نظریے کی حیثیت دینے میں سب سے بڑھ کر حصہ لیا۔(22)

مولانا مودودیؒ مذہبی نظریے کا بنیادی تخیل ایک طاقت کو قرار دیتے ہیں جو اس عالم سے بالاتر ہو۔ لیکن جدید تحریک کے علمبرداروں نے لازم سمجھا کہ خدا یا کسی مافوق الفطرت ہستی کو فرض کئے بغیر کائنات کے معمے کو حاصل کریں۔ مغربی فلسفہ اور سائنس نے جب اپنا کام شروع کیا تو اگرچہ اس کا رخ خدا پرستی کے بالکل مخالف سمت میں تھا۔ مگر مذہبی ماحول میں گھرے ہونے کے سبب جب وہ نیچریت کو خدا پرستی کے ساتھ نبھاتے رہے۔ مگر جو وہ سفر میں آگے بڑھے نیچریت خدا پرستی پر غالب آئی۔(23)

2-تصور علم:

کوئی بھی تہذیب ہو وہ یقینی اور حتمی علم کا تصور ضرور رکھتی ہے۔ اس تصور کا بنیادی سوال یہ ہے کہ یقین کا سرچشمہ کہاں ہے؟ اور ہر تہذیب سوال کا جواب رکھتی ہے۔ اسلامی تہذیب کا جواب یہ ہے کہ یقینی علم کا سرچشمہ "وحی" ہے۔ اور مغربی تہذیب کا جواب "سائنس" ہے۔

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں:-

"توحید کا تصور محض ایک مذہبی عقیدہ نہیں ہے۔ اس سے اجتماعی زندگی کا پورا نظام جو انسان کی خود مختاری یا غیر اللہ کی حاکمیت والوہیت کی بنیاد پر بنا ہوا جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ اور ایک دوسری اساس پر ایک نئی عمارت تیار ہوتی ہے آج دنیا یا آپ کے مؤذنوں کو اشھد ان لا الہ الا اللہ کی صدا بلند کرتے

ہوئے اس لیے ٹھنڈے پیٹوں سن لیتی ہے کہ نہ پکارنے والا جانتا ہے۔ کہ کیا پکار رہا ہوں نہ سننے والوں کو ئی اس میں کوئی معنی اور کوئی مقصد نظر آتا ہے۔ لیکن اگر انہیں اس اعلان کا مقصد معلوم ہو جائے کہ اس کا مطلب کوئی حکومت، قانون، عدالت تسلیم نہیں کرنا۔ کسی کے امتیازی حقوق کسی کی ریاست، کسی کا تقدس، کسی کے اختیارات میں نہیں مانتا۔ ایک اللہ کے سوا میں سب سے باغی سب سے منحرف ہوں۔ تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا خود آپ سے لڑنے آجائے گی۔ یہ آواز بلند کرتے ہی آنے کو محسوس ہوگا کہ یکایک زمین و آسمان آپ کے دشمن ہو گئے ہیں۔ اور ہر طرف آپ کے لیے سانپ، بچھو اور درندے ہی درندے ہیں۔(24)

3-سببِ مؤثر:

دنیا کی کوئی بھی تہذیب مؤثر کے اصول کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اس کے مطلب یہ ہے۔ ہر تہذیب کو اس سوال کا جواب دینا ہوتا ہے کہ زندگی اور کائنات کیسے وجود میں آئی۔ مولانا مودودیؒ کائنات کے تصور تخلیق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"خدا محض خالق ہی نہیں آمر اور حاکم بھی ہے۔۔۔۔ عملاً تمام کائنات کی تدبیر خدا کے ہاتھ میں ہے۔ لیل و نہار کی گردش آپ سے آپ نہیں ہو رہی ہے بلکہ خدا کی قدرت سے ہو رہی ہے۔ جب چاہے اسے روک دے اور جب چاہے اس کے نظام کو تبدیل کر دے، سورج، چاند اور تارے خود کسی طاقت کے مالک نہیں ہیں بلکہ خدا کے ہاتھ میں بالکل مسخر ہیں۔ بس وہی کام کیے جا رہے ہیں جو خدا ان سے لے رہا ہے۔۔۔۔ جبکہ مغربی مفکرین کسی خالق کے قائل نہیں۔۔ ان کے نزدیک کائنات ایک دھماکے سے وجود میں آئی۔ اور سب کچھ خود بخود وجود میں آگیا"۔(25)

اسلام نے مسلمانوں کو ایک مکمل ضابطہ زندگی دیا ہے۔ جو دوسرے ضوابط زندگی کی بالکل مختلف صورت پر نظام اجتماعی کی تشکیل کرتا ہے۔(26)

4-حتمی سبب:

دنیا کی کوئی بھی تہذیب حتمی سبب یعنی بالآخر انسان کی ساری جدوجہد کا حاصل کیا؟ کا جواب ضرور دیتی ہے۔ یعنی انسان کی کامیابی اور ناکامی کا پیمانہ کسے کہا جائے۔ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"اس کا جواب اسلام نے دیا ہے الدنیا مزرعۃ الآخِرَۃ یعنی دنیا اور آخرت دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی سلسلہ ہے۔ جس کی ابتدا دنیا اور انتہا آخرت ہے۔ ان دونوں میں وہی تعلق ہے۔ جو کھیتی اور فصل میں ہوتا ہے۔۔۔۔۔ دنیا ایک کھیتی ہے اس کھیتی میں آدمی کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ اپنی محنت اور اپنی کوشش سے اپنے لئے فصل تیار کرے۔ خدا کی پیدائش سے لے کر موت تک کے لیے آدمی کو اس کام کی مہلت دی گئی ہے اس مہلت میں جیسی فصل آدمی نے تیار کی ہے ویسی ہی فصل وہ موت کے بعد دوسری زندگی میں کاٹے گا۔ اور پھر جو فصل وہ کاٹے گا اسی پر آخرت کی زندگی میں اس کا گزر بسر ہوگا"۔(27)

یعنی یہ کہ اللہ رب العزت نے دنیا کی زندگی کے نتائج کے لیے آخرت رکھی ہے۔ اگر دنیا کی زندگی ہدایت الٰہی کے مطابق بسر کی تو آخرت میں نجات ہوگی۔ بصورت دیگر ہیشگی کا عذاب۔

مولانا مودودیؒ مغرب اور اسلام کا بنیادی فرق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:-

خدا اور آخرت کو نظر انداز کردینے کے بعد اخلاق کے لیے مادی قدروں کے سوا کوئی قدر اور تجربی بنیادوں کے سوا کوئی بنیاد باقی نہیں رہتی۔ ذاتی اور قومی منفعت کے لیے ہر اصول بنایا اور توڑا جا سکتا ہے آج تو خیر ہے کل شر ہو سکتا ہے،(28) لہٰذا اس تصور نے مغرب اور اسلام میں ناقابل عبور فصیل کھڑی کردی ہے۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:-

"اخلاقیات میں اسلام کی پیش نظر آخرت کی کامیابی ہے اور مغرب کی پیش نظر دنیا کا فائدہ ہے (یعنی ترقی)"(29)

تصورات کا فرق:

مولانا مودودیؒ نے اسلام اور مغربی تہذیب میں تصادم اور تصورات کے فرق سے بھی واضح کیا مثلاً اسلام کا تصور یہ ہے کہ دین اور سیاست ایک ہے۔ جب کہ مغرب دین وسیاست کی تفریق کا قائل ہے۔ مغرب کے زیر اثر مسلمانوں کے اس تصور کی تبدیلی پر مولانا فرماتے ہیں:-

"حقیقت یہ ہے کہ علماء کی اکثریت یا تو قلت فہم یا کم ہمتی کے سبب سے دین و دنیا کی تقسیم پر راضی ہو چکی ہے۔ جس کا تخیل اب سے مدتوں پہلے عیسائیوں سے مسلمانوں کے ہاں درآمد ہوا تھا۔ انہوں نے چاہے نظری طور پر اسے پوری طرح نہ مانا ہو۔ مگر عملاً وہ اسے تسلیم کر چکے ہیں۔ سیاسی اقتدار اور دنیوی ریاست و قیادت غیر اہل دین کے ہاتھ میں رہے۔ چاہے یہ محدود دنیا بے دین سیاست و قیادت کے مسلسل تاخت سے روز بروز سکڑ کر کتنی ہی محدود ہوتی چلی جائے"۔(30)

مغربی تہذیب اور اسلام میں عقل کے مقام میں فرق ہے مولانا صاحب نے دونوں تہذیبوں کے تصور عقل میں عدم مطابقت بتائی ہے۔ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں۔

"جہاں تک عقلی استدلال کا تعلق ہے وہ ہم کو صرف "ہونا چاہیئے" کی حد تک لے جا کر چھوڑ دیتا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ آیا واقعی کوئی ایسا علم ہے بھی جو تو ہماری عقل اور ہمارا علم دونوں اس کے حکم لگانے سے عاجز ہیں۔ یہاں قرآن ہماری مدد کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ تمہاری عقل اور فطرت جس چیز کا مطالبہ کرتی ہے۔ فی الواقع وہ ہونے والی ہے۔ موجودہ نظام عالم جو طبعی قوانین پر بنا ہے۔ ایک وقت میں توڑ ڈالا جائے گا اس کے بعد ایک دوسرا نظام بنے گا۔ جس میں زمین و آسمان اور ساری چیزیں ایک دوسرے ڈھنگ کی ہونگی"۔(31)

وہ ایک اور تحریر میں لکھتے ہیں:

"بجائے خود عقل اور قوت علمیہ میں کوئی شرف اور برتری نہیں ہے۔ یہ تو محض حصول شرکت کے لئے ایک آلہ ہے۔ اور اس آلے نے انسان کو یہ استعداد بہم پہنچادی ہے کہ اس سے ٹھیک ٹھیک کام لے کر وہ بندگی اضطراری کے میدانی مقام سے ترقی کر کے عبادت اختیاری کے انسانی مقام پر پہنچ سکے"۔(32)

تصور قومیت میں اسلام اور مغرب میں فرق کو مولانا صاحب اس طرح لکھتے ہیں:

"ان کو صبر نہیں جو چیز مغربی قومیت کے لئے آب حیات ہے وہی چیز اسلامی قومیت کے لیے زہر مغربی قومیتوں کی بنیاد نسل، وطن، اور زبان ورنگ کی وحدت پر قائم ہوتی ہے۔ ایک ہندی مسلمان مصر کا ویسا ہی وفادار شہری بن سکتا ہے جیسا کہ وہ خود ہندوستان کا ہے۔ میں اس لئے ایک ملک کے مسلمان اور دوسرے ملک کے مسلمان میں جغرافیائی یا نسلی تفریق کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس معاملے میں اسلام کے اصول اور مغرب کے اصول ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں۔ جو وہاں سبب قوت ہے وہ یہاں سبب ضعف ہے۔ اور جو یہاں مایہ حیات ہے وہ وہاں بعینہٖ سم قاتل ہے"۔(33)

حرفِ آخر:

اسلام مغرب تہذیبی تصادم کا مولانا مودودیؒ کے افکار کی روشنی میں جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا مودودیؒ تہذیبی تصادم کو کلیت کی سطح پر بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلامی اور مغربی تہذب ایک دوسرے سے نہ صرف بنیادی طور پر مختلف ہیں بلکہ اس کی مثال ان دو کشتیوں کی سی ہے جو ایک دوسرے سے مخالف سمت میں رواں ہوں۔ ان دونوں پر بیک وقت سفر کیا ہی نہیں جاسکتا۔ یہ اپنے مقاصد، اہداف اور اصل میں ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ دونوں تہذیبوں میں اسلام فطرت سے قریب تر جبکہ مغربی تہذیب کا رخ خلاف فطرت ہے۔ دونوں میں مفاہمت کی صورت یہ ہے کہ حق کو قبول کرنے کے لئے تعصب سے بالاتر ہو کر دیکھا جائے۔

حوالہ جات

1- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص18،ایڈیشن 1997ء۔

2- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص11،ایڈیشن 1997ء۔

3- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ،الجہاد فی الاسلام، ص45،ادارہ ترجمان القرآن، دسمبر 2009ء۔

4- جان ایل اسپوزیٹو،The Islamic threat , Myth or reality، ص45،آکسفورڈ یونیورسٹی پریس،1992ء۔

5- جان ایل اسپوزیٹو،The Islamic threat , Myth or reality، ص5،آکسفورڈ یونیورسٹی پریس،1992ء۔

6- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص32،ایڈیشن ستمبر 2006ء۔

7- فاروقی، شاہ نواز، تہذیبوں کا تصادم، ص178،ادارہ مطبوعات طلبہ، ستمبر 2012ء۔

8- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، پردہ، ص40،اشاعت جون 2015ء۔

9- ماہنامہ ترجمان القرآن، مئی 2004ء،ادارہ ترجمان القرآن، مدیر خورشید احمد۔

10- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، قوموں کے عروج وزوال پر علمی تحقیقات کے اثرات، ص63،ادارہ ترجمان القرآن لمیٹڈ، ستمبر 1992ء۔

11- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، قوموں کے عروج وزوال پر علمی تحقیقات کے اثرات، ص63،ادارہ ترجمان القرآن لمیٹڈ، ستمبر 1992ء۔

12- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص10،اسلامک پبلیکیشنز، ستمبر 2006ء۔

13- ماہنامہ ترجمان القرآن، رجب 1353ھ/اکتوبر 1934ء،ادارہ ترجمان القرآن۔

14- فاروقی، شاہ نواز، تہذیبوں کا تصادم، ص156،ادارہ مطبوعات طلبہ، ستمبر 2012ء۔

15- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص25،اسلامک پبلیکیشنز، ستمبر 2006ء۔

16- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص10،انیسواں ایڈیشن۔

17- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص18،انیسواں ایڈیشن۔

18- ادبیات مودودیؒ، مرتب پروفیسر خورشید احمد، ص40۔

19- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص25،اسلامک پبلیکیشنز، ستمبر 2006ء۔

20- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص28،اسلامک پبلیکیشنز، ستمبر 2006ء۔

21- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص30تا31،اسلامک پبلیکیشنز، ستمبر 2006ء۔

22- فاروقی، شاہ نواز، تہذیبوں کا تصادم، ص125،ادارہ مطبوعات طلبہ، ستمبر 2012ء۔

23- مودودیؒ،سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص12تا13،انیسواں ایڈیشن۔

24- مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے، ص27۔

25- مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، جلد دوم، ص36، سورۃ الاعراف، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 2011ء۔

26- مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ اول، ص124، اشاعت 2005ء۔

27- مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، خطبات، ص65، اسلامک پبلیکیشنز، جون 2007ء۔

28- مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، ص306، 1995ء۔

29- مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، تنقیحات، ص21، اسلامک پبلیکیشنز، ستمبر 2006ء۔

30- مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، رسائل ومسائل، جلد دوم، ص499۔

31- مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، ص64، 1995ء۔

32- مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، تفہیمات، جلد اول، ص50تا51۔

33- مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، مسئلہ قومیت، ص56، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، دسمبر 1990ء۔